



L'Oréal اور Gillette کے درمیان بال

THE SYSTEM · 11

بال ایک ایسی تفصیل ہیں جسے سمجھنے کا لوگ دکھاوا کرتے ہیں۔ وہ انہیں صفائی، جمالیات، شناخت، ثقافت، رسم کہتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بس ایک سرحد ہیں — اُس کے درمیان جو تم دکھاتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

کچھ انہیں حجاموں کے سپرد کرتے ہیں، کچھ بیوٹیشنز کے، کچھ اُن جدید مشینوں کے جو خودمختاری اور کمال کا وعدہ کرتی ہیں۔ مگر بال وہیں رہتے ہیں، ضدی، ایک حیاتیاتی یاد دہانی: تم سماجی وجود ہونے سے پہلے ایک جانور ہو۔

اور پھر بھی یہ دشمن نہیں۔ یہ ایک ناگوار سے دوست ہیں، ایک ہم سفر جو تمہیں یاد دلاتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اُن کا پھیلاؤ تقریباً رگ رگ میں ہے، اُن کا رنگ تمہارے جینیاتی نقشے نے طے کیا ہے، اور اُن کی ایک کہانی ہے جسے تم مٹا نہیں سکتے۔ گنج پن کے شکار بھی اُن سے محروم نہیں — اُنہوں نے بس اُنہیں ایک ایسی مدت کے لیے کھو دیا ہے جس کا تعین کوئی نہیں کر سکتا۔

مگر بالوں کو سمجھنے کے لیے تمہیں ابتدا کی طرف لوٹنا ہو گا — وہیں جہاں تم ہمیشہ لوٹتے ہو: قدیم انسان۔

میں اسے یوں تصور کرتا ہوں، ماقبل تاریخ کے ایک نوآر منظر میں۔ گھاس کی ایک دیوار کے پیچھے دو ہیولے باتیں کر رہے ہیں۔ ایک تیسرا شخص آتا ہے اور پہچان نہیں پاتا کہ مرد کون ہے اور عورت کون۔ چہرہ کافی نہیں۔ چہرہ دھوکا دیتا ہے۔

سو عورت اپنی شناخت کی تقدیر بدلنے کا فیصلہ کرتی ہے۔

وہ دریا پر جاتی ہے، پانی میں اپنا عکس دیکھتی ہے، اور اُسے داڑھی نظر آتی ہے۔

اُسے یہ پسند نہیں آتی۔ یہ اُس کی نمائندگی نہیں کرتی۔ یہ اُسے ممتاز نہیں کرتی۔

وہ ایک نوکیلا پتھر ڈھونڈتی ہے اور ایک ایک کر کے بال اتارنے لگتی ہے۔ اُسے پتا چلتا ہے کہ بال دوبارہ آہستہ آگے ہیں — اور اس سے اُسے ایک برتری ملتی ہے: اُسے یہ رسم ہر روز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اس سے بھی زیادہ طاقتور چیز دریافت کرتی ہے: مرد اُسے مختلف نظر سے دیکھتا ہے۔ فرق کشش بن جاتا ہے۔

فرق زبان بن جاتا ہے۔

وہیں سے بالوں کی پوری ثقافت جنم لیتی ہے: پہلے علامتی، پھر سماجی، پھر صحت و صفائی کی، پھر سائنسی، پھر نظریاتی۔

اور یوں جدید انتہا پسندیوں تک: وہ جو کہتے ہیں کہ بال تمہیں بیکٹیریا سے بچاتے ہیں اور اُنہیں رکھنا چاہیے؛ وہ جو کہتے ہیں کہ قبول کیے جانے کے لیے اُنہیں اتارنا ضروری ہے؛ وہ جو کہتے ہیں کہ چاہے جانے کے لیے اُنہیں تراشنا ضروری ہے۔

سچ اس سے سادہ ہے: بال پیدا ہوتا ہے، بڑھتا ہے، مڑتا ہے... اور جس مقام پر وہ مڑتا ہے، وہیں مر جاتا ہے۔

مگر جڑ زندہ رہتی ہے، ضدی، اُن بعض خیالات کی طرح جنہیں تم قوت ارادی سے بھی نہیں اکھاڑ سکتے۔

اور پھر آخری اصول ہے، وہ جسے صرف قصہ گو جانتے ہیں:

کبھی کسی بال کو اُبال نہ بننے دینا۔

فرق معمولی ہے — بس ایک حرفِ علت کا۔

مگر یہ سب کچھ بدل دیتا ہے۔

فرڈیننڈو